1ایس سی آر سپریم کورٹ رپورٹس 505
22مارچ1961

ازعدالت الاعظمیٰ

انیوتھ کنہامنا اُما
بنام
وزارت بحالی ودیگران

(بی پی سنہا، سی ایس کے داس، اے کے سرکار، این راجا گوپالا آیانگر اور جے آر مدھولکر، جسٹسز)

بنیادی حقوق۔انخلا کی جائیداد۔اعلامیہ حتمی ہوتا جا رہا ہے۔آئین ہند، آرٹیکل 32 کے اعلامیے کو چیلنج کرنے والی سپریم کورٹ میں تحریری درخواست۔

درخواست گزار کے شوہر نے کچھ جائیداد درخواست گزار کو منتقل کر دی۔سیکشن 7، ایڈمنسٹریشن آف ایواکیو پراپرٹی ایکٹ، 1950 کے تحت ایک نوٹس درخواست گزار کو جاری کیا گیا تھا اور اس کے شوہر اور شوہر کو انخلا قرار دیا گیا تھا اور اسسٹنٹ کسٹڈین نے اس پراپرٹی کو انخلا کی جائیداد قرار دیا تھا۔ڈپٹی کسٹوڈین کو اپیل اور اس کے بعد درخواست گزار کی طرف سے کسٹوڈین جنرل کو نظر ثانی کی درخواست کو مسترد کر دیا گیا۔درخواست گزار نے آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت سپریم کورٹ میں درخواست دائر کرتے ہوئے کہا کہ اسسٹنٹ کسٹوڈین کے حکم سے آرٹیکل 19(1)(ایف) اور 31 کے تحت اس کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہوئی ہے اور جائیداد کی بحالی کے لیے دعا کی۔

قرار دیا گیا کہ آرٹیکل 32 کے تحت درخواست نااہل تھی کیونکہ اس معاملے میں کسی بھی بنیادی حق کی خلاف ورزی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔مجاز دائرہ اختیار کے اختیار کے فیصلے نے درخواست گزار کے مبینہ حق کے وجود کو مسترد کر دیا تھا اور جب تک کہ اس فیصلے کو کالعدم قرار نہ دیا جائے یا دوسری صورت میں اس سے چھٹکارا نہ مل سکے، درخواست گزار کسی بنیادی حق کی خلاف ورزی کی شکایت نہیں کر سکتا

تھا۔ درخواست گزار کا مبینہ بنیادی حق اس بات پر منحصر تھا کہ آیا اس کا شوہر انخلا کرنے والا تھا اور آیا اس کی جائیداد انخلا کرنے والی جائیداد تھی۔ اس سوال پر فیصلہ حتمی ہو گیا تھا اور جیک آف دائرہ اختیار کا کوئی سوال شامل نہیں تھا۔

صاحبزادہ سید محمد امیر باس عباسی بمقابلہ ریاست میہیا بھارت، (1960) ایس سی آر 138، نے درخواست دی۔

اصل عدالتی فیصلہ :1959 کی پٹیشن نمبر 32۔

بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے ہندوستان کے آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت درخواست۔

وی اے سید محمد، درخواست گزار کی طرف سے۔

جواب دہندگان کے لیے این ایس بندم، آر ایچ ڈھبر اور ٹی ایم سین۔

22 مارچ 1961 عدالت کا فیصلہ بذریعہ سنایا گیا۔

جسٹس ایس کے داس۔ یہ آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت ایک رٹ پٹیشن ہے۔ متعلقہ حقائق ایک تنگ کمپاس کے اندر ہوتے ہیں، اور فیصلے کے لیے مختصر نقطہ یہ ہے کہ آیا اس معاملے کے حالات میں درخواست گزار آئین کے آرٹیکل 19(1)(ایف) اور 31 کے تحت اس کو ضمانت شدہ بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کی شکایت کر سکتی ہے۔

متعلقہ حقائق یہ ہیں۔ درخواست گزار کے شوہر کہی موسی حاجی پر الزام ہے کہ وہ کراچی میں ہوٹل کا کاروبار کرتے تھے جواب پاکستان میں ہے۔ درخواست گزار نے کہا کہ اس کا شوہر 1936 سے مذکورہ کاروبار چلا رہا تھا۔ تاہم یہ بات متنازعہ نہیں ہے کہ متعلقہ سال یعنی 1947 میں جب پاکستان کا علیحدہ تسلط قائم ہوا تو درخواست گزار کا شوہر کراچی میں تھا۔ درخواست گزار نے کہا کہ اگست 1949 کے آخر میں

اس کا شوہر ہندوستان میں مالابار واپس آ گیا۔ مدعا علیہ نمبر 1، وزارت بحالی، حکومت ہند کی جانب سے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ درخواست گزار کا شوہر 1953 میں خفیہ طور پر درست پاسپورٹ کے بغیر ہندوستان واپس آیا اور اسے فارنرز ایکٹ کی دفعات کی مبینہ خلاف ورزی کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ 7 دسمبر 1953 کو کنہی موسیٰ حاجی نے اپنی بیوی کے حق میں زمین کے سات پلاٹوں میں اپنا حق، لقب اور سود منتقل کر دیا، جن کی تفصیلات ہمارے مقصد کے لیے ضروری نہیں ہیں۔ 8 دسمبر 1954 کو، منتقلی کے تقریباً ایک سال بعد، درخواست گزار اور اس کے شوہر دونوں کو ایک نوٹس جاری کیا گیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ کنہی موسیٰ حاجی کو ایڈمنسٹریشن آف ایواکیو پراپرٹی ایکٹ، 1950 (جسے اس کے بعد ایکٹ کہا جاتا ہے) کی دفعات کے تحت انخلا شدہ جائیداد اور ان کی جائیداد کو انخلا شدہ جائیداد کیوں نہیں قرار دیا جائے۔ درخواست گزار کا شوہر نوٹس کا مقابلہ کرنے کے لیے پیش نہیں ہوا، لیکن درخواست گزار اپنے وکیل کے ذریعے پیش ہوا۔ 29 جنوری 1955 کے ایک حکم نامے کے ذریعے، اسسٹنٹ کسٹڈین آف ایواکیو پراپرٹی، ٹیلیچیری نے اعلان کیا کہ کنہی موسیٰ حاجی ایکٹ کی دفعہ 2 (ڈی) (آئی) کی دفعات کے تحت ایک انخلا کار تھے اور زیر بحث پلاٹ ایکٹ کی دفعہ 2 (ایف) کے معنی میں انخلا کرنے والے کی جائیداد تھے۔ اس فیصلے سے درخواست گزار نے مالابار کے ڈپٹی کسٹڈین آف ایواکیو پراپرٹی کو ناکام اپیل کی، جس نے 11 جولائی 1955 کے اپنے حکم کے ذریعے اسسٹنٹ کسٹڈین، ٹیلیچیری کے فیصلے کی تصدیق کی۔ اس کے بعد درخواست گزار نے ایکٹ کی دفعہ 26(2) کے تحت اپنے حکم پر نظر ثانی کے لیے مالابار کے ڈپٹی کسٹوڈین کو منتقل کیا۔ یہ درخواست بھی ناکام ہو گئی۔ پھر درخواست گزار نے ڈپٹی کسٹڈین کے حکم کے خلاف نظر ثانی میں کسٹڈین جنرل آف ایواکیو پراپرٹی، نئی دہلی کا رخ کیا۔ اس نظر ثانی کی درخواست کو کسٹڈین جنرل نے 9 اپریل 1956 کے اپنے حکم سے مسترد کر دیا تھا۔ اس کے بعد درخواست گزار نے ایکٹ کی دفعہ 16 (1) کی دفعات کے تحت اپنے حق میں جائیداد کی بحالی کے حکم کے لیے وزارت بحالی کو درخواست دی۔ اس درخواست کو بھی مسترد کر دیا گیا۔ اس کے بعد درخواست گزار نے آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت ایک رٹ پٹیشن کے ذریعے کیرالہ ہائی کورٹ کا رخ کیا۔ تاہم، درخواست گزار نے یہ درخواست اس بنیاد پر واپس لے لی کہ کیرالہ ہائی کورٹ نے آرتھر امپورٹ اینڈ ایکسپورٹ کمپنی، بمبئی بمقابلہ کولیکٹر آف کسٹمز، کوچین میں رپورٹ کیے گئے پہلے فیصلے میں کہا تھا کہ جب کسی کمتر ٹریبونل کا حکم عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر کسی اعلیٰ ٹریبونل میں اپیل یا نظر ثانی میں لیا جاتا ہے اور اعلیٰ ٹریبونل حکم کی تصدیق، ترمیم یا الٹ کرنے کا حکم منظور کرتا ہے، تو ہائی کورٹ اپنے علاقائی

دائرہ اختیار سے باہر کسی اتھارٹی کورٹ جاری نہیں کرسکتی۔ پھر، 5 مارچ 1959 کو، درخواست گزار نے موجودہ رٹ پٹیشن دائر کی اور اس کے تنازعات کی بنیاد یہ ہے کہ آئین کے آرٹیکل 19(1)(ایف) اور 31 کے تحت اس کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کی گئی ہے اور وہ اپنے شوہر کی طرف سے اسے منتقل کی گئی جائیداد کی بحالی کے لیے اس عدالت سے مناسب رٹ یا حکم کی حقدار ہے۔

اپنی عرضی میں درخواست گزار نے کچھ اصولوں کی عدم تعمیل کی بنیاد پر 8 دسمبر 1954 کو جاری کیے گئے نوٹس کے جواز کو چیلنج کیا ہے۔ انہوں نے متعلقہ حکام کی طرف سے حاصل ہونے والے نتائج کی درستگی کی اہلیت پر بھی مقابلہ کیا ہے کہ کنہی موسی حاجی ایک انخلا کرنے والا تھا اور زیر بحث جائیداد انخلا کرنے والی جائیداد تھی۔ درخواست گزار کے وکیل فضل نے یہ دلیل دینے کی کوشش کی کہ ایکٹ کی دفعہ 7 کے تحت جاری کردہ نوٹس کی نااہلی بعد کے احکامات کے دائرہ اختیار کی جڑ میں چلی گئی۔ تاہم، ہم یہ نہیں سوچتے کہ اس معاملے میں دائرہ اختیار کی کمی کا کوئی سوال شامل ہے۔ درخواست گزار نوٹس کے جواب میں پیش ہوا اور اس نے دائرہ اختیار کا کوئی نقطہ نہیں اٹھایا۔ ڈپٹی کسٹوڈین اور کسٹوڈین جنرل کے سامنے بعد کی کارروائیوں میں انہوں نے میرٹ پر منظور کردہ احکامات کی درستگی کا مقابلہ کیا: کسی بھی مرحلے پر دائرہ اختیار کا کوئی سوال نہیں اٹھایا گیا اور ہمیں نہیں لگتا کہ نوٹس میں ایسی کوئی خامی تھی جو دائرہ اختیار کے سوال کو راغب کرے۔ ہمیں صرف یہ شامل کرنے کی ضرورت ہے کہ درخواست گزار کی طرف سے کسی بھی قانون کی آئینی حیثیت کا کوئی سوال نہیں اٹھایا جاتا ہے۔ اس نظریے میں جو ہم نے لیا ہے، یہ عرضی صاحبزادہ سید محمد امیر باس عباسی بمقابلہ ریاست مدھیہ بھارت میں اس عدالت کے فیصلے سے اختتام پذیر ہوئی ہے اور درخواست گزار کی طرف سے درخواست کردہ دلائل کی خوبیوں پر غور کرنا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم اسے دیکھتے ہیں وہ پوزیشن یہ ہے۔ یہ عدالت آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت دائرہ اختیار کا استعمال صرف آئین کے حصہ III کے ذریعہ ضمانت شدہ بنیادی حقوق کے نفاذ میں کرسکتی ہے۔ موجودہ معاملے میں، ایکٹ کے تحت مجاز دائرہ اختیار کے مناسب حکام نے ان دو سوالات کا تعین کیا ہے جو ان کے فیصلے کے لیے تھے، یعنی (1) کہ کنہی موسی حاجی ایکٹ کی دفعہ 2(ڈی) کے معنی میں ایک انخلا کار تھے اور (2) کہ ان کی جائیداد انخلا کرنے والے کی ملکیت تھی۔ درخواست گزار کے لیے یہ کھلا تھا کہ وہ کسٹڈین جنرل، نئی دہلی کے فیصلے کو چیلنج کرنے کے لیے اس کے سلسلے میں مناسب ہائی کورٹ کا رخ کرے؛ درخواست گزار کے لیے یہ بھی کھلا تھا کہ وہ کسٹڈین جنرل یا ایکٹ کے تحت دیگر مناسب حکام کے فیصلے کے خلاف خصوصی اجازت کے ذریعے اس عدالت کا رخ کرے۔ تاہم، درخواست گزار نے ایسا کرنے کا انتخاب نہیں کیا۔ اس کا نتیجہ

یہ ہے کہ محافظ جنرل کا حکم حتمی ہو گیا ہے۔ ایکٹ کی دفعہ 28 کے تحت حکم پر کسی بھی عدالت میں اپیل یا نظر ثانی کے ذریعے یا کسی اصل مقدمے، درخواست یا عمل درآمد کی کارروائی میں سوال نہیں اٹھایا جا سکتا۔ درحقیقت یہ سچ ہے کہ ایکٹ کی دفعہ 28 آئین کے آرٹیکل 226 اور 227 کے تحت ہائی کورٹ یا آئین کے آرٹیکل 136 اور 32 کے تحت اس عدالت کے اختیارات کو متاثر نہیں کر سکتی۔ تاہم، جہاں مجاز دائرہ اختیار کے کسی اختیار کے فیصلے کی وجہ سے درخواست گزار کی طرف سے مبینہ حق موجود نہیں پایا گیا ہے، یہ دیکھنا مشکل ہے کہ اس حق کی خلاف ورزی کا کوئی سوال آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت درخواست کی بنیاد کے طور پر کیسے پیدا ہو سکتا ہے، جب تک کہ درخواست گزار کی طرف سے مبینہ حق پر مجاز دائرہ اختیار کے اختیار کے فیصلے کو کالعدم قرار نہ دیا جائے یا بصورت دیگر اس سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔ جب تک یہ فیصلہ برقرار رہے، درخواست گزار کسی بنیادی حق کی خلاف ورزی کی شکایت نہیں کر سکتا۔ درخواست گزار کا مبینہ بنیادی حق واقعی اس بات پر منحصر ہے کہ آیا کنھی موسی حاجی انخلا کرنے والا تھا اور آیا اس کی جائیداد انخلا کرنے والے کی ملکیت ہے۔ اگر ان سوالات پر مجاز دائرہ اختیار کے مناسب حکام کا فیصلہ حتمی ہو گیا ہے اور اسے کالعدم قرار نہیں دیا جا سکتا یا دوسری صورت میں اس سے چھٹکارا نہیں پایا جا سکتا، تو درخواست گزار آئین کے آرٹیکل 19 (1) (ایف) اور 31 کے تحت اپنے بنیادی حق کی خلاف ورزی کی شکایت نہیں کر سکتا۔

یہ بات قابل غور ہے کہ ایکٹ کی متعلقہ دفعات کو ہمارے سامنے غیر آئینی کے طور پر چیلنج نہیں کیا گیا ہے، اور نہ ہی ہمارے سامنے سنجیدگی سے یہ دعوی کیا جا سکتا ہے کہ ایکٹ کے تحت مناسب حکام کے احکامات کو دائرہ اختیار کی کمی کی وجہ سے کالعدم قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہمارے سامنے جو دعوی کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ احکامات میرٹ کی بنیاد پر غلط تھے۔ یہ ایک نقطہ ہے جسے درخواست گزار کو مناسب کارروائی میں یا تو اس عدالت کی خصوصی اجازت کے ساتھ کسٹوڈین جنرل کے حکم کی اپیل کے ذریعے یا کسٹوڈین جنرل پر دائرہ اختیار رکھنے والی ہائی کورٹ میں مناسب کارروائی کے ذریعے مشتعل ہونا چاہیے تھا۔ درخواست گزار نے ان میں سے کوئی بھی قدم نہیں اٹھایا، اور ہمیں نہیں لگتا کہ اسے اب آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت ایک رٹ پٹیشن پر ایکٹ کے تحت مناسب حکام کے احکامات کی خوبیوں کی بنیاد پر درستگی کو چیلنج کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ اس بنیاد پر کہ اس کے بنیادی حق کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

صاحبزادہ سید محمد بمقابلہ ریاست مدھیہ بھارت میں حقائق یہ تھے۔ مغربی پاکستان ہجرت کرنے والے درخواست گزار نے مدھیہ بھارت کی ہائی کورٹ میں درخواست گزار 2 اور 3، اپنے نابالغ بچوں کو،

اس الزام پر عدالت کے سامنے پیش کرنے کی ہدایت کے لیے ہیبس کارپس کی رٹ کے لیے درخواست دی کہ انہیں غلط طریقے سے قید کیا گیا تھا اور مذکورہ درخواست کو مسترد کرنے پر، اس نے گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ کے تحت رتلام کے ڈسٹرکٹ جج کے پاس درخواست دی کہ وہ مذکورہ نابالغوں کی شخصیت اور جائیداد کا سرپرست مقرر کیا جائے۔ ڈسٹرکٹ جج نے درخواست کو مسترد کر دیا اور دوسرے شخص کو سرپرست مقرر کیا۔ درخواست گزار نے پھر ڈسٹرکٹ جج کے حکم کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی اور اس اپیل کو مسترد کر دیا گیا۔ اس نے اس عدالت میں اپیل کرنے کے لیے خصوصی اجازت کے لیے درخواست دی اور اس درخواست کو بھی مسترد کر دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت ایک درخواست دائر کی اور یہ فیصلہ دیا گیا کہ جہاں مجاز دائرہ اختیار کی عدالت کے فیصلے کی وجہ سے، درخواست گزار کا مبینہ حق موجود نہیں ہے اور اس لیے اس کی خلاف ورزی پیدا نہیں ہو سکتی، یہ عدالت مبینہ حق کے تحفظ کے لیے آرٹیکل 32 کے تحت درخواست پر غور نہیں کر سکتی۔ ہماری رائے ہے کہ اس فیصلے کا اصول موجودہ معاملے پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ یہ حالات کہ صاحبزادہ سید محمد بمقابلہ ریاست مدھیہ بکرات میں خصوصی چھٹی کی درخواست کی گئی تھی اور اسے مسترد کر دیا گیا تھا، اس اصول کے اطلاق سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ جہاں تک اصول کا تعلق ہے، جب درخواست دی جاتی ہے اور مسترد کی جاتی ہے اور جب کوئی درخواست نہیں کی جاتی ہے تو پوزیشن ایک جیسی ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فیصلہ حتمی ہو جاتا ہے اور فریقین پر پابند ہو جاتا ہے۔ ہمیں یہ واضح کرنا چاہیے کہ ہم اپنا فیصلہ اس صورت حال کی بنیاد پر نہیں کر رہے ہیں کہ کیرالہ کی ہائی کورٹ نے درخواست گزار کی درخواست کو اس بنیاد پر مسترد کر دیا کہ اس کا کوئی علاقائی دائرہ اختیار نہیں ہے۔ ہم اپنا فیصلہ اس بنیاد پر کر رہے ہیں کہ ایکٹ کے تحت مجاز حکام ایک خاص فیصلے پر پہنچے تھے، جو فیصلہ اب حتمی ہو گیا ہے کہ درخواست گزار نے مناسب کارروائی کے ذریعے مناسب عدالت میں اس فیصلے کے خلاف قدم نہیں اٹھایا۔ جب تک یہ فیصلہ برقرار ہے، درخواست گزار کسی بنیادی حق کی خلاف ورزی کی شکایت نہیں کر سکتا، کیونکہ اسے ایسا کوئی حق نہیں ہے۔

ہم، اس کے مطابق، درخواست کو اخراجات کے ساتھ مسترد کر دیں گے۔

درخواست مسترد کر دی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
2024.05.09 16:03
I am the author of this document